OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

Al-Qamar, Volume 4, Issue 3 (July-September 2021)

علامہ اقبال کا تصورِ جہاد: ایک مطالعہ

A Study of Iqbal's Concept of *Jihād*

Dr. Tayyaba Nighat
Assistant Professor of Urdu, Govt. College Women University Faisalabad
Dr. Shazia Andleeb
Office Assistant of Urdu, Govt. College Women University Faisalabad
Naila Iqbal
Visiting Lecturer in Govt. College Women University Faisalabad

Abstract

Jihād is an Islamic term which is to be considered in wide range of meanings. However in Islamic etymological background, *Jihād* is waged against the transgressors, tyrants and those who rebel against an Islamic state. *Allāma Iqbāl's* concept of *Jihād* is more widened and he considers *Jihād* in the way of Allah as the emblem of establishing freedom, peace and eradicating every type of Muslims' exploitation. His juxtaposition to the concept of *Jihād* is not mere poetic, yet philosophical and practical due to that Muslims can acquire complete self -freedom, freedom from sins , freedom from internal and external subjugating forces and it helps Muslims to establish a peaceful society.

Key Words: *Jihād*, poetry, *Iqbāl*

تمہید

علامہ اقبال کا تصورِ جہاد اسی پس منظر میں دیکھا جا سکتا ہے جو ان کی شاعری میں جا بجا اسلامی معاشرے کی جہد للبقا کی ریڑھ کی ہڈی کی صورت میں نظر آتا ہے۔ علامہ اقبال نے انیسویں صدی میں جس معاشرے کو دیکھا، اُس میں استعماری طاقتوں کا ظلم و جبر اور صلیبی فتنہ ایک نئی شکل و صورت میں اپنے عروج پر تھا۔ مسلمان ان کے ہاتھوں میں ایک بے بس شکار بن چکے تھے ۔ عثمانی ترک جو اپنی بقا کی جنگ لڑ رہے تھے، وہ سلطنتِ عثمانیہ کو جنگ عظیم اول کے بعد بر قرار نہ رکھ سکے اور یوں اتحادِ امتِ مسلمہ کی سیاسی زنجیر کی آخری کڑی بھی اپنی کمزوریوں کی وجہ سے ٹوٹ گئی۔ ''اگر عثمانیوں پر کوہِ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے'' اس غم

CC BY

انگیز یتیمیٔ امتِ مسلمہ کا واضح اظہار ہے۔ علامہ اقبال کی نظر میں امتِ مسلمہ کا شیر ازہ بکھرنے، مسلمانوں کے مغلوب ہونے اور اقوامِ مغرب کی غلامی کی واحد وجہ مسلمانوں میں جہاد کی روح کا ختم ہو جانا تھا۔اس بات کا اظہار انھوں نے بارہا کیا ہے اور ''ضربِ کلیم'' کی ایک نظم ''اسلام اور مسلمان'' میں مدارسِ عالمِ اسلامیہ میں شیوخ کی دنیاداری، جہاد سے بیزاری، مغرب کی پیروکاری اور مسلمانوں کی بے یار و مددگاری کی جو تصویر کشی کی ہے، وہ ملاحظہ کیجیے:

فتویٰ ہے شیخ کا یہ زمانہ قلم کا ہے
دنیا میں اب رہی نہیں تلوار کار گر
لیکن جناب شیخ کو معلوم کیا نہیں؟
مسجد میں اب یہ وعظ ہے بے سود و بے اثر
تیغ و تفنگ دست مسلماں میں ہے کہاں
ہو بھی، تو دل ہیں موت کی لذت سے بے خبر
کافر کی موت سے بھی لرزتا ہو جس کا دل
کہتا ہے کون اسے کہ مسلماں کی موت مر
تعلیم اس کو چاہیے ترک جہاد کی
دنیا کو جس کے پنجہ خونیں سے ہو خطر
باطل کی فال و فر کی حفاظت کے واسطے
یورپ زرہ میں ڈوب گیا دوش تا کمر
ہم پوچھتے ہیں شیخ کلیسا نواز سے
مشرق میں جنگ شر ہے تو مغرب میں بھی ہے شر
حق سے اگر غرض ہے تو زیبا ہے کیا یہ بات
اسلام کا محاسبہ، یورپ سے درگزر![1]

علامہ اقبال کے ہاں جہاد مسلمانوں میں حریت، بیداری، حقوق کے تحفظ، ظلم کی بیخ کنی اور ایمان و عمل کی سرشاری پیدا کرنے کا بنیادی محرک ہے۔ فرد کو انفرادی سطح پر اور امت کو اجتماعی سطح پر مخاطب کر کے وہ ملتِ بیضا کی شیر ازہ بندی کرتے ہیں جس میں جہاد دراصل ''جہد للبقا'' کا کام سرانجام دیتا ہے۔ یہی جہد للبقا وہ مثبت محرک ہے جو قوموں کو غلامی کی زنجیروں سے آزاد کرواتا ہے، ممولے کو شہباز سے لڑا دیتا ہے، لومڑی کو شیر کی طاقت، خاک کو ثریا اور قطرے کو سمندر کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ''اسرارِ رموز'' کا مطالعہ کریں تو فرد اس کے مجموعے تاثر سے غلامانہ ذہنیت سے گلو خلاصی حاصل کرتے ہوئے اپنے اندر جذبۂ جہاد کو موجزن پاتا ہے اور ظالم کے خلاف محاربہ کرتا ہے۔ علامہ اقبال کی عسکریت اور جہادی فکریات نے جنگ عظیم دوم کے بعد مسلمانوں میں جہد للبقاء کی وہ تڑپ پیدا کی کہ مراکش سے ملائیشیا تک آزادی کی لہر دوڑ گئی۔ علامہ اقبال کے کلام کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسلمانوں کے مردہ دلوں میں جہاد کے ذریعے سے تازہ خون کی لہر دوڑانا چاہتے تھے۔ علامہ نے قرآن مجید کا بڑی گہرائی اور گیرائی کے ساتھ مطالعہ کیا تھا اور یہی وجہ تھی کہ وہ اس رمز سے آشنا ہو چکے تھے کہ بحیثیت فرد اور فر

بحیثیت امت، مسلمان کی زندگی اعلائے کلمۃ الحق اور غلبۂ دین کے لیے ہے، جس کے لیے جہاد فی سبیل اللہ کا شعور ہونا انتہائی نا گزیر ہے۔ یہ شعور قوم کو بلندی فکر اور حریت عطا کرتا ہے۔ اس کے لیے اقبال نے بجاطور پر یہ پیغام دیا تھا:

خدائے لم یزل کا دست قدرت تو، زبان تو ہے
یقین پیدا کر اے غافل کہ مغلوب گماں تو ہے
پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہوں، وہ کارواں تو ہے
یہ نکتہ سرگزشتِ ملتِ بیضا سے ہے پیدا
کہ اقوامِ زمینِ ایشیا کا پاسبان تو ہے
سبق پڑھ پھر صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا[2]

اقبال کا تصورِ جہاد اپنے پہلے مرحلے میں دعوتی، علمی، لسانی، مالی اور قلمی نوعیت کا ہے لیکن اس کا اگلا اور سب سے افضل مرحلہ جہاد بالسیف ہے جس کا منتہائے مقصود جامِ شہادت نوش کرنا ہے۔ علامہ اقبال کا تصورِ جہاد اسی طرح سے ارتقاپذیر ہوا ہے جس طرح سے حضور پاکؐ کے مکی اور مدنی عہد میں جہاد کی صورتیں ارتقاپذیر ہوئی تھیں۔ مکی زندگی میں جہاد کی نوعیت دعوتی و تبلیغی، علمی، لسانی، مالی اور قلمی قسم کی ہے جبکہ مدنی زندگی میں جہاد کی نوعیت مالی، نفسی، دفاعی اور عسکری قسم کی ہے۔ بالکل اسی طرح سے اقبالؒ نے سب سے پہلے، دعوتی، قلمی اور علمی جہاد کا علم بلند کیا اور اس کے بعد بتدریج دفاعی، عسکری، جہاد بالمال اور جہاد بالنفس کی صورتیں سامنے رکھی ہیں۔ حضور پاکؐ جب مدینیہ تشریف لے گئے تو نوازئیدہ اسلامی مملکت کے تحفظ اور دفاع کے لیے حفاظتی و دفاعی جنگیں لڑی ہیں۔ حریتِ امتِ مسلمہ کو سلب کرنے والی عسکریت پسند تخریب کار قوتوں کی بیخ کنی کی ہے۔ یہی طریقۂ جہاد علامہ اقبال نے قوم کو سمجھایا کہ اسلامی ریاست کے قیام و استحکام اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کی جانے والی جدوجہد در اصل "جہد للبقا" اور جہاد بالنفس کا ایسا فریضہ ہے جو مسلمانوں کو غلامی کے طوق اتار پھینکنے میں کلیدی کردار ادا کرے گا۔ علامہ اقبال کا تصورِ جہاد محض قتال تک محدود نہیں ہے بلکہ یہ تہذیب و تمدن اور تعلیم و تدریس، تزکیۂ نفس، مظلوموں کی مدد، ظلم کے خاتمے اور زیر دستوں کی مدد، غلاموں اور محروموں کے حقوق کے تحفظ تک پھیلا ہوا ہے، لہٰذا تاریخِ عالمِ انسانی میں اور کوئی ایسی تہذیب نہیں ہے جو اپنے پیروکاروں کو تعلیم و تدریس، تزکیۂ نفس اور زیر دستوں، غلاموں اور محروموں کی مدد کرنے کو بھی جہاد قرار دیتا ہو۔ علامہ اقبال کو کتاب و سنت کا گہرا اِدراک تھا جس کی وجہ سے وہ جہاد و قتال کی تمام ضرورتوں کو بخوبی سمجھ گئے تھے۔ اس امر کا اظہار انھوں نے اپنی نظم و نثر کے ہر دو میں کیا ہے۔ ان کے مجموعۂ کلام بالِ جبریل میں "طارق کی دعا، اندلس کے میدانِ جنگ میں" کا پہلا بند لائقِ توجہ ہے جس میں علامہ اقبال نے مجاہدینِ سبیلِ خدا کی خصوصیات کو بیان کیا ہے۔

مقصودِ جہاد اور مجاہد

مجاہد وہ ہے جو اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے ہتھیار اٹھاتا ہے اور اس کا مقصود ظلم کا خاتمہ ہوتا ہے چاہے اس راستے میں اس کی جان بھی چلی جائے۔ جہاد کرنے والے مجاہد اور غازی اللہ کے ایسے پراسرار بندے ہوتے ہیں جنھیں اللہ کی مدد ہر حال میں ملتی رہتی ہے۔ ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا دو نیم ہو جاتے ہیں اور پہاڑ ان کی ہیبت سے سمٹ کر رائی بن جاتے ہیں۔ یہ فی سبیل اللہ جہاد کرنے

والے لوگ ہیں جن کا مقصود مالِ غنیمت اکٹھا کرنا نہیں ہے بلکہ اللہ کی راہ میں جامِ شہادت نوش کرنا ہوتا ہے۔ اسی خیال کی عکاسی علامہ نے مجاہدین کی شخصیت اور ان کی جدوجہد کے حوالے سے کی ہے۔ ملاحظہ کیجئے:

یہ غازی یہ تیرے پُر اسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذتِ آشنائی
شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت، نہ کشور کشائی
خیاباں میں ہے منتظر لالہ کب سے
قبا چاہیے اس کو خونِ عرب سے [3]

علامہ اقبال کا منتہائے جہاد کا نظریہ

علامہ اقبال نے یہ واضح کیا ہے کہ جہاد اسلام میں تلوار اور تیر و تفنگ کے محض استعمال اور جوع الارض اور مالِ غنیمت حاصل کرنے کی غرض سے نہیں ہے بلکہ ریاستی استحکام، دعوتی نظام اور امنِ عام کے برقرار رکھنے کے لیے ہے۔ علامہ اقبال کے تصورِ جہاد کی ایک بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ وہ مردِ مجاہد کو محض اسبابِ دنیوی کا بندہ و غلام نہیں سمجھتے بلکہ اسباب و وسائل کے بغیر راہِ حق کا مجاہد ظلم کے خلاف لڑتا ہے۔ یہ اشعار اقبال کی اسی سوچ کی غمازی کرتے ہیں:

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسا
مومن ہو تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی [4]

علامہ اقبال نے واضح طور پر "اسرارِ خودی" میں شعری صورت میں جہاد کے بارے میں اظہار کیا۔ "اسرارِ خودی" کا ایک باب "دربیان اینکہ مقصدِ حیات مسلم اعلاے کلمۃ الحق است و جہاد اگر محرک اور جوع الارض باشد در مذہب اسلام حرام است" کے عنوان کے تحت ہے۔ گویا اقبال یہ کہتے ہیں کہ مسلمان کی زندگی کا مقصد اللہ کے کلمے یعنی دین کو سربلند کرنا ہے اور اگر اس جہاد کا محرک محض ملک فتح کرنا ہو تو ایسی جنگ اسلام کے مذہب میں حرام ہے۔ "اسرارِ و رموز" کے مضامین و موضوعات کا احاطہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ اقبال کے تمام شعری مضامین شروع سے آخر جہاد بالنفس اور اعلائے کلمۃ الحق کی جدوجہد سے عبارت ہیں۔ اقبال نے اس مثنوی کے ذریعے سے مسلمانوں میں تحرک و عمل کی تعلیمات دیں جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل و تکمیل ممکن ہے اور پھر ان کے اثبات کے لیے عملی جدوجہد کا شعور ملتا ہے۔ علامہ اقبال کے فارسی کلام میں بھی جہاد اور عسکریت کے افکار کی پیش کش ملتی ہے۔ فارسی اشعار میں "مردِ حر، مردِ مومن، معرکۂ حیات، مصافِ حیات، رزم گہِ کائنات، معرکہ ہست و بود یا پیکارِ زندگی" جیسی تراکیب ملتی ہیں، وہ دراصل کتابِ جہاد کے مختلف ابواب ہی معلوم ہوتے ہیں۔ اس کی مثال علامہ اقبال کی ایک نظم "اسرار و رموز" ہے جس میں انھوں نے جنگ و جہاد کے قوانین، آداب اور شرائط کو

بیان ہے۔ اسلامی نکتہ ٔ نظر سے جہاد سے مراد یہ بھی ہے کہ بندہ ٔمومن اپنے نفس، شیطان اور ظلم کے خلاف برسرپیکار رہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اپنے نفس کے خلاف جہاد کرتے ہوئے نفس کو برائیوں سے دور رکھے۔یوں جہاد کا کینوس وسیع تر ہو جاتا ہے اور جہاد کی حدود ذاتی اصلاح، معاشرتی تطہیر، عظمتِ دین کی پاسبانی، شریعت کی تقویت و حفاظت، دنیا سے ظلم و ستم کا خاتمہ، قیامِ عدل و انصاف، امنِ عامہ کا حصول اور اعلاے کلمۃ الحق وجہد للبقاء تک پھیل جاتی ہیں۔ جس طرح سے اسلام میں جہادِ اصغر اور جہادِ اکبر کا تصور پایا جاتا ہے، بالکل اسی طرح سے علامہ اقبال کے ہاں بھی نفسِ امارہ کی تربیت اور مادیت کی ہوس پرستانہ اقدار سے اس کی گلوخلاصی کرنا بھی جہادِ اکبر ہی ہے۔ یہ جہاد دائمی ہے اور علامہ اقبال کے مطابق اگر یہ جہاد اللہ کے کلمے اور توحید کی سربلندی کے لیے نہ ہو اور اس میں ذاتی اغراض و مقاصد شامل ہو جائیں تو پھر نامبارک ثابت ہوتا ہے اور ظلم میں بدل جاتا ہے:

صلح شر گردد چو مقصود است غیر

گر خدا باشد غرض جنگ است خیر

گر نگردد حق ز تیغ ما بلند

جنگ باشد قوم را نا ارجمند[5]

اسی طرح علامہ اقبال نے اپنی شاعری کے ذریعے سے جہاد فی سبیل اللہ کرنے والوں کے عالی حوصلوں اور ان کی ہمتوں کو بیان کر کیا اپنے عہد کے مسلمانوں میں غلامی کے خلاف جہاد کرنے کی روح پھونکی اور اس سلسلے میں ماضی کے مجاہدینِ اسلام کی جرأت و بہادری کے قصے چھیڑے۔ طارقِ ابنِ زیاد کی جرأت و بہادری کے ذکر سے جہاد کرنے والوں کی سوچ اور ان کے حوصلوں کی عکاسی کی:

دشت تو دشت دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے

بحرِ ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے[6]

اسی طرح اپنے ایک فارسی قطعے میں بھی انھوں نے عسکری مہمات اور جنگوں میں بتلایا ہے کہ ایک مردِ مجاہد کی سوچ کیا ہو سکتی ہے اور وہ اپنے مبارک مقاصد کی تکمیل کے کس طرح کا ولولہ رکھنے والا ہوتا ہے۔ انھوں نے ان عزائم کی تصویر کشی فارسی قطعہ میں یوں کی ہے:

طارق چو بر کنارہ اندلس سفینہ سوخت

گفتند کارِ تو بہ نگاہِ خرد خطاست

دوریم از سوادِ وطن باز چوں رسیم؟

ترکِ سبب زروئے شریعت کجا رواست

خندید و دستِ خویش بہ شمشیر برد و گفت

ہر ملک ملکِ ماست کہ ملکِ خدائے ماست[7]

علامہ اقبال نے نوجوانوں کو شاہین بننے اور اپنا جہاں آپ پیدا کرنے کی جو تعلیم دی ہے اس میں بھی تصورِ جہاد کی کارفرمائی نظر آتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ ایک بہادر عرب لڑکی فاطمہ بنت عبداللہ کی مثال نوجوانوں کے سامنے رکھتے ہیں تو اس کا تعلق بلاواسطہ میدانِ جہاد سے ہے جو ۱۹۱۲ء میں طرابلس کی جنگ میں غازیوں کو پانی پلاتی ہوئی شہید ہو گئی:

فاطمہ! تو آبروئے امت مرحوم ہے
ذرّہ ذرّہ تیری مشت خاک کا معصوم ہے
یہ سعادت حور صحرائی تری قسمت میں تھی
غازیانِ دیں کی سقائی تری قسمت تھی
یہ جہاد اللہ کے رستے میں بے تیغ و سپر
ہے جسارت آفریں شوقِ شہادت کس قدر
یہ کلی بھی اس گلستانِ خزاں منظر میں تھی!
ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی!
اپنے صحرا میں بہت آہو ابھی پوشیدہ ہیں
بجلیاں برسے ہوئے بادل میں بھی خوابیدہ ہیں[8]

خلاصۂ بحث

حاصلِ کلام یہ ہے کہ اقبال کا تصورِ جہاد اسلام کی روحِ جہاد کا عین مظہر ہے جس کے ذریعے سے فتنے کی سرکوبی ہر دور میں ممکن ہے۔ جہاد ظلم و جبر اور مذہبی و شخصی آزادی سلب کرنے والی اور کمزور انسانوں کا استحصال کرنے والی قوتوں کی بزورِ شمشیر بیخ کنی کرنے کا نام ہے تاکہ انسان کو عالم گیر امن نصیب ہو۔ یہ تحرک و عمل اور اپنی دنیا آپ پیدا کرنے والی روح انسان میں بیدار کر دیتا ہے۔ علامہ اقبال بھی بجا طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ قیام امنِ عالم کے لیے ضروری ہے کہ دنیا کو شر کی قوتوں کے حوالے نہ کیا جائے اور یہاں کسی استعماری طاقت کو ظلم و ستم برپا نہ کرنے دیا جائے۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے مسلمانوں پر جہاد لازم قرار دیا ہے اور انھیں اپنی صفوں میں ایک ترتیب اور تنظیم قائم کرنے کا پیغام دیا ہے۔ علامہ اقبال چونکہ تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ کے داعی اور مفکر تھے، اس لیے انھوں اپنی انقلابی شاعری میں حرکت و عمل کا پیغام دیا اور اپنے خطبات میں اسلامی فکر کے بنیادی فلسفیانہ مباحث کے اثبات میں سائنسی استدلال وضع کیا۔ جہاد اور قتال کی تمام تعلیمات اور مراحل کو انھوں نے قرآن کی روشنی میں طے کرنے پر زور دیا۔ علامہ کی شاعری میں ہر جگہ جہدِ مسلسل، پیکار، تحرک اور جہاد فی سبیل اللہ کے مختلف مراحل کا شعور ملتا ہے۔

References

[1] Allāma Muhammad Iqbāl, *Zarb-i-Kaleem* (Lahore: Maktaba-i- Dāniāl, 2007), 123.
[2] Allāma Muhammad Iqbāl, *Kulliāt-i-Iqbāl Urdu*(Lahore: Iqbal Academy, 1997), 423.
[3] Iqbāl, *Kulliāt-i-Iqbāl Urdu,* 243.
[4] Iqbāl, *Kulliāt-i-Iqbāl Urdu,* 543.
[5] Allāma Muhammad Iqbāl, *Kulliāt-i-Iqbāl Fārsī* (Lahore: Iqnbāl Academy, 2001), 446.
[6] Iqbāl, *Kulliāt-i-IqbālUrdu,* 243.
[7] Iqbāl, *Kulliāt-i-Iqbāl Fārsī,*165.
[8] Iqbāl, *Kulliāt-i-Iqbāl Urdu,* 646.